لمحوں کا لمس

محمد حمید شاہد

محمد حمید شاہد

لمحوں کا لمس

لمحوں کالمس

نثمیں

محمد حمید شاہد

سلسلہ کتاب نمبر 001011

اہل ذوق کے لئے

ہماری مطبوعات .... معیاری اور بارعایت

انصرام: یاسمین حمید

۱۹۹۵ء

طبع	....	اول
ناشر	....	القلم، اسلام آباد
مطبع	....	عبدالرحمن پرنٹرز
کمپوزنگ	....	الخطاط
		ندیم احمد خان
قیمت	....	90 روپے

AL – QALAM – P.O.BOX 2689
ISLAMABAD ✆ 217737

انتساب

اس کے نام ....
جس کا مسکن نجابت کا سفاک ہالہ ہے۔

جن لفظوں میں ہمارے دلوں کی بیعتیں ہیں،

کیا صرف وہ لفظ ہمارے کچھ بھی نہ کرنے کا کفارہ بن سکتے ہیں۔

کیا کچھ چیختے معنوں والی سطریں سہارا بن سکتی ہیں،

ان کا جن کی آنکھوں میں اس دیس کی حد ان ویران صحنوں تک ہے۔

کیسے یہ شعر اور کیا ان کی حقیقت؟

ناصاحب! اس لفظوں سے بھرے ہوئے کنستر سے چلو بھر بھیک کسی کو دے کر

ہم سے اپنے قرض نہیں اتریں گے۔

اور یہ قرض اب تک کس سے اور کب اترے ہیں؟

تو اب یہ سب حرف زبوروں میں مجلد ہیں، کیا حاصل ان کا

جب تک میرا دکھ خود میرے لہو کی ٹکسالوں میں ڈھل کر

دعاؤں بھری اس ایک نیلی جھولی میں نہ کھنکے

جو رستے کے کنارے میرے قدموں میں بچھی ہے؟

مجید امجد

ترتیب

⇦ ایک نئی کتاب (احمد عقیل روبی) ۱۳

⇦ لمحوں کی صناعی کا اعجاز ۲۱

⇦ الحمد للہ رب العالمین (۱) ۲۵

⇦ الحمد للہ رب العالمین (۲) ۲۹

⇦ پیکر جمیل صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ۳۱
⇦ گزیرپا روپے کی لذت ۳۵
⇦ رات دو بجے ۳۷
⇦ بانجھ سوچ ۳۹
⇦ گزشتہ سفر کا آخری باب ۴۱
⇦ کسلمندی ۴۴
⇦ تمہارے نام (۱) ۴۶
⇦ تمہارے نام (۲) ۴۹
⇦ اور تم مطمئن ہو ۵۱
⇦ آج کی تازہ خبر جو کل بھی تازہ تھی ۵۳
⇦ پتھرا چکی آنکھوں کا نوحہ ۵۵
⇦ عذاب کا محاصرہ ۵۷
⇦ انتظار مت کرو ۵۹
⇦ اندیشوں کی دھند ۶۱
⇦ ان چکھے گناہ کی مٹھاس ۶۳
⇦ لکھ دو ۶۵
⇦ جرم تیری جبلت نہیں ہے ۶۸
⇦ کہو! اک نظم کہو ۷۱

⇦ ابد کا روشن سفر ۷۳

⇦ امی اور ابو کے نام ۷۵

⇦ سکوں کی سرک چکی رسی ۷۷

⇦ کجلا چکے جذبے سے آخری مصافحہ ۸۱

⇦ اشورہ ۸۳

⇦ **قطعہ** ۸۷

⇦ ادھورے انجم کے لئے ۹۱

⇦ تختیاں تمہارا مقدر ہیں (۱) ۹۳

⇦ تختیاں تمہارا مقدر ہیں (۲) ۹۵

⇦ ہاتھ سے پھسلتا ہاتھ ۹۷

⇦ معتوب بدن کا یقین ۹۹

⇦ مجبوری کا پتھر ۱۰۱

⇦ سوچ چڑیوں کے نام ۱۰۳

⇦ THE SUN BEHIND THE DARK CLOUDS ۱۰۵

⇦ سسکتے حوصلے اور میں ۱۰۷

⇦ اندیشوں کی دھند ۱۰۹

⇦ دعا ۱۱۱

⇦ اے ناشکیب سالوس، وہ پاکیزہ لمحہ تم نہیں ہو ۱۱۳

⇦	لمحوں کا لمس	۱۱۵
⇦	THE HAY	۱۱۷
⇦	بھری اوک پینے سے پہلے	۱۱۹
⇦	مجھے قرض چکانا ہے	۱۲۳
⇦	روشن کرن کا عطیہ	۱۲۷
⇦	TETRAZALUM TEST	۱۲۹
⇦	میرے عناصر کو مجتمع رکھنے والا موسم	۱۳۱
⇦	میں بے چہرہ نہیں ہونا چاہتا	۱۳۳
⇦	غم آشنا طبع کا محرم راز	۱۳۵
⇦	سلام	۱۳۷
⇦	امکانات کا امانت دار (اصغر عابد)	۱۳۹

ایک نئی کتاب

یہ بات طے ہے کہ ساری دنیا حسن کی کسی ایک تعریف پہ متفق نہیں۔ ہر علاقے کی آنکھ نے حسن کا اپنا ایک منظر دل کی دیوار پر سجا رکھا ہے۔ جیسی جس کے گمان میں آئی' والا معاملہ ہے۔ یہی حال اچھی کتاب کا ہے۔ کوئی کہتا ہے اچھی کتاب وہ جو بہت بکے' کسی کا خیال ہے اچھی کتاب وہ جو کسی تہذیب کی اعلیٰ فکر کا نچوڑ ہو کسی نے فیصلہ دیا اچھی کتاب وہ جو مسرت' علم' آزادی امن اور سچائی کا سبق دے۔ مگر میرے دل کو اچھی کتاب کی وہ تعریف بھلی لگی ہے جو انگریزی مصنفہ شارلٹ برونٹے نے مشہور تخلیق

RANTHORPE پر تبصرہ کرتے ہوئے کی تھی اس نے کتاب پر گفتگو کرتے ہوئے کہا تھا۔

"I have read a New book not a reprint not a reflection of another book but a new book"

محمد حمید شاہد کی کتاب "لمحوں کا لمس" پڑھتے ہوئے میں کچھ ایسی ہی کیفیت سے دوچار ہوا ہوں۔ مجھے نثری نظموں (جنہیں وہ نظمیں کہتا ہے) کا یہ انتخاب بڑا بھلا لگا۔ میں نے مسودہ یوں ہی ورق گردانی کے لئے اٹھایا تھا مگر پھر کچھ یوں ہوا کہ ساری نظمیں پڑھ ڈالیں اور تازہ دم ہو گیا۔ یہ نثری فن پارے میرے لئے اجنبی بھی تھے اور شناسا بھی۔ ان ساری نظموں میں استعمال ہونے والی زبان سے میں آشنا تھا مگر حمید شاہد کے فکری تجربے اور مشاہدات میرے لئے بالکل نئے تھے۔ حمید شاہد نے ان نظموں میں ان انسانی تجربات کو قارئین کے سامنے پیش کیا ہے جو ان کے لئے ابھی تک UNDISCOVERED تھے۔ حمید شاہد ان نظموں میں پڑھنے والوں کو جذبوں اور محسوسات کے اس فکری منطقے میں لے جا کر کھڑا کر دیتا ہے جہاں جا کر قاری حیران رہ جاتا ہے کہ کیا یہ علاقہ بھی انسانی فکر کی دسترس میں تھا۔ حمید شاہد واقعی ایک ایسا کولمبس ہے جس نے ان نظموں کے ذریعے انسانی فکر کے دور دراز واقع ان دیکھے جزیروں کو دریافت کیا ہے۔

"بے نام مسافت کے گیلے کپڑے میں
اپنے پاؤں کے آبلے لپیٹ کر
دائم انتظار کا چولا پہنے

اس باب استکشاف کا منتظر ہوں
جب میرے آبلوں کو
اصطفا کی وہ منفرد سطح نصیب ہو گی
جہاں خواہشیں دم توڑ دیتی ہیں
اور روح
نا آسودگی کی پیہم یلغار سے
غنی ہو جاتی ہے"

(TETRAZALUM TEST)

"لمحوں کا لمس" حمید شاہد کی باطنی بائیوگرافی ہے۔ ایک ایسے سفر کی روداد ہے جس کی گزرگاہیں باہر کی دنیا سے زیادہ منحنی اور پر خطر ہیں۔ بدن کے حصار میں بستا یہ جہاں خارجی کائنات سے کہیں زیادہ وسیع اور بیکراں ہے۔ اس سارے سفر میں اس کا بے چین بدن سوچ کے جہنم میں جلتا رہا ہے۔ دکھ کے ابلتے لاوے میں غسل کر کے اس نے عذاب کا پیرہن زیب تن کیا۔ غم و آلام کی جونکیں اس کا خون چوستی رہیں۔ مگر اس کے قدم مسلسل حرکت میں رہے۔ یہی ایک زندہ آدمی کی علامت ہے۔ اس سفر میں کہیں وہ سوچ کی دھند میں مسلسل سرگرم سفر نظر آتا ہے کہیں مسلسل شیرینی چاٹتے چاٹتے اس کے لبوں پر زخم ابھر آئے ہیں اور گناہ اس کے عقب میں کھڑا اس کا مذاق اڑا رہا ہے۔

"سامنے فقط میں ہوں اور لہو کی کڑواہٹ
مگر وہ گناہ........
جس کی لذت ابھی ابھی میرے بدن میں اتر رہی تھی
میرے عقب میں کھڑا
آئینے میں میرا منہ چڑا رہا ہے"

(ان چکھے گناہ کی مٹھاس)

حمید شاہد نے کھلی آنکھ سے ساری کائنات کو بچوں کی حیرانی کے ساتھ دیکھا ہے وہ اپنی نوعیت کا ایک منفرد مسافر ہے۔ وہ ہر فکری اور جذباتی منظر کے سامنے رکتا ہے۔ اس کے اندر اتر کر نتائج اخذ کرتا ہے اور پھر اپنے کاندھے پر لٹکے تھیلے میں ان مشاہدات اور تجربات کو سنبھال کر رکھ لیتا ہے۔ ان خام تجربات اور مشاہدات کو اسلوب کی آنچ دے کر احساس کی بھٹی میں پکاتا ہے۔ ایک ہنر مند اور مشاق کمہار کی طرح فن پارے کو اپنی بائیں ہتھیلی پر رکھ کر دائیں ہاتھ سے تھپتھپا کر دیکھتا ہے۔ فن پارہ "ٹن" کی آواز میں اپنی پختگی کا اعلان کرے تو اسے اپنے اسلوب کی مہر لگا کر کاغذ پر سجا دیتا ہے۔

"بدن کے شہر کی ہر اینٹ پر
میرے خارج کی روداد لکھی ہے
اور جسم سے باہر
شہر ہوس کے ہر ذرے پر
میرے اندر کی تصویر بنی ہوئی ہے

میں خود کو ماورائیت کی ٹکٹکی میں باندھے

دونوں سے آنکھیں چرا رہا ہوں۔"

(گریز پا رویے کی لذت)

آج کی تازہ خبر جو کل بھی تازہ تھی' ایک چھوٹی سی نظم ہے۔

"وہ پیتل کی بوسیدہ زرد سوئیوں میں

سرخ دھاگے ڈالے

سفید روشن لباس بنانے میں مصروف ہیں

نیکی کے معصوم بچے

چوکھٹ کے پیچھے تھر تھر کانپ رہے ہیں

شرافت کی دوشیزہ

چلمن سے ہٹ کر پردے گرا چکی ہے

اور اندھیرا

بولائے ہوئے کتے کی طرح

گلیوں میں الف ننگا بھاگ رہا ہے"

(آج کی تازہ خبر جو کل بھی تازہ تھی)

یہ چھوٹی سی نظم حمید شاہد کا عصر حاضر پر لکھا ہوا ایک نوحہ' ایک رپورتاژ ہے ایک خبر کے روپ میں اس عذاب اور کرب کی تصویر ہے جس میں ہم سب برسوں سے گرفتار ہیں۔ خیر کی مظلومیت اور شر کی حکمرانی کی اس سے اچھی تصویر ہم عصر شعراء کے ہاں بہت کم مل سکے گی۔ حمید شاہد نے چند سطروں

میں وہ سارا قصہ کہہ دیا ہے جو ایک داستان گو شاید کئی راتوں میں مکمل کر سکے۔

اطالوی شاعر ہوریس (HORACE) کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ وہ بات چیت بھی شاعری میں کرتا تھا۔ گفتگو، خط و کتابت، مشورے، نوکروں کو احکام، سب کے لئے شاعری کا پیرایہ اختیار کرتا تھا لیکن اختصار پر کڑی نظر رکھتا تھا۔ کہا کرتا تھا، مصرع اتنا طویل نہ لکھو کہ طوالت فکر کی راہ روک لے۔ حمید شاہد نے لاشعوری طور پر ہوریس (HORACE) کی بات پر پورا دھیان دیا ہے۔ اپنی نظموں میں اختصار پر پوری طرح کاربند ہے۔ بات کو بے جا طول نہیں دیتا۔ پیرایہ دلفریب، الفاظ مختصر، مگر جو کہنا چاہتا ہے مکمل، مفہوم گہرا اور سمندر کی طرح بیکراں! پڑھنے والا تو اس کی نظم کو ایک منٹ میں پڑھ کر ایک عرصہ مفہوم کے ربط اور نئے پن میں مقید رہتا ہے۔

"محدب عدسے کے راستے
میری معصوم سوچ کی آنکھیں
تیرے وصل کے ساحل پر لنگر انداز ہو گئی ہیں
ساحل فوکس میں ہے
اور ایک ایک لمحہ منجمد ہو کر محفوظ ہو گیا ہے
سوچوں کے دور ساحل پر جا بسنے سے
میرے قریب کی ہر شے دھندلا گئی ہے
اب خوف کے اس بھنور میں پھنس گیا ہوں

کہیں یہ دھند بڑھتے بڑھتے مجھے ہی نہ نگل لے"

(اندیشوں کی دھند)

حمید شاہد کی یہ ساری کی ساری نثری نظمیں ایک چونکا دینے والے اور منفرد طرز احساس کی چھاپ لئے ہوئے ہیں۔ لفظوں کے اندر دھڑکنے والے جذبات پہلی نظر میں کچھ غیر مانوس دکھائی دیتے ہیں لیکن جب قاری غور سے ان کے خدوخال پر نظر ڈالتا ہے تو یہ شناسا دکھائی دیتے ہیں۔ حمید شاہد اپنے پڑھنے والوں کو نامعلوم سے معلوم کی طرف لے جاتا ہے۔ اس سفر میں قاری پوری طرح اس کی گرفت میں ہوتا ہے۔ کبھی کبھی قاری اس سفر میں ہانپتا بھی ہے لیکن حمید شاہد اسے منزل معنی کے نشان پر لاکر کھڑا کرتا ہے تو قاری کی ساری تھکن ہوا ہو جاتی ہے اور وہ منزل تک پہنچنے کی راحت میں کھو جاتا ہے۔

حمید شاہد اپنی ان نظموں کے اسلوب فکر، اور ڈکشن کا میرے خیال میں واحد شاعر ہے۔ اس کا یہ اسلوب اس کی اپنی ایجاد ہے۔ اپنا راستہ ہے۔ جس پر اگر کوئی اور چلا تو دو قدم چل کر دم توڑ دے گا۔ مگر حمید شاید ہے کہ مسلسل چل رہا ہے۔ اور چلتا رہے گا۔

○ احمد عقیل روبی ○

NO LONGER WE SHALL BE SETTLERS.
WE SHALL TEACH
OUR DAUGHTERS AND SONS
THE LANGUAGE OF THE IGUANA,
AND COMMIT OURSELVES TO DISORDER.
THE WORLD HAS FAILED OUR FRIENDS.

(GUNTER EICH)

لمحوں کی صناعی کا اعجاز

اکلیز (Achilles) کی ڈھال پر سونے کا کام کے بارے میں ہومر (Homer) ایلیڈ (Iliad) میں کہتا ہے۔

"اور ہل کے عقب میں دھرتی سیاہ ہوتی گئی۔

وہ ہل چلی زمین لگتی تھی

حالانکہ کام سونے کا تھا

اور یہ اس کی صناعی کا معجزہ تھا ------"

کچھ میرے ساتھ بھی یہی معاملہ رہا ہے لمحے مجھے چھو کر گزرتے ہیں اور میرے اندر کو ادھیڑتے چلے جاتے ہیں۔

لمحے جو لطیف ہوتے ہیں

لمحے جو معصوم ہوتے ہیں

اور لمحے جو چلتر ہوتے ہیں

چپکے سے آتے ہیں یوں کہ آج تک کسی نے ان کی آہٹ نہیں سنی۔

مگر جب گزر جاتے ہیں۔

تو کبھی ہر کہیں پھول کھلے ہوتے ہیں

اور --------

کبھی عقب میں اڑتی راکھ چھوڑ جاتے ہیں۔

میرے ساتھ یہ عجیب معاملہ رہا ہے۔

لمحوں کے لمس نے مجھے اندر سے ادھیڑا بھی ہے اور سنبھالا بھی ہے

ایک ہی وقت میں یہ دو متضاد کیفیتیں لمحوں کی صناعی کا معجزہ ہیں۔

میں نے ان متضاد لمحوں میں چند لفظ لکھے۔

لفظ جو میرے باطن میں اتر کر میری خشک مٹی میں کھنکتے رہے۔

میرے تنفس میں اتھل پتھل مچاتے رہے۔

عین دل کے بیچ میرے لہو سے وضو کر کے لمبی عمر پالینے کا وظیفہ کرتے رہے۔

میں اسے شاعری نہیں کہتا۔

اور نہ ہی میں اسے مروجہ نثر کی اصناف میں سے ایک سمجھتا ہوں۔

ریاض مجید نے بہت پہلے کہا تھا:۔

نثر اور نظم کے جھگڑے میں پڑنے کی بجائے اسے نثم کا نام دے لو۔

مجھے اس کا کہا پسند آیا۔

اب وہ جو نثری شاعری کو شاعری نہیں مانتے۔

اور وہ جو اسے شاعری ہی تسلیم کرانے پر بضد ہیں۔

انہیں اس جھگڑے کو ایک طرف رکھنے کا موقع ضرور مل جانا چاہئے۔

مجھے یقین ہے اس موقع سے فائدہ اٹھا کر

یہ نثمیں پڑھنے والوں کے دل میں اترنے کی کوشش کریں گی۔

اگر ایسا ہو گیا۔

تو یقین جانیئے

وہ لمحے جو مجھے چھو کر گزرے ہیں

یا پھر ------

وہ لمحے جنہیں میں نے چھونے کی کوشش کی ہے

امر ہو جائیں گے۔

محمد حمید شاہد

705 سعد ہاؤس
ماڈل ٹاؤن ہمک اسلام آباد
فون: 491705

It is well to give when asked,
But it is better to give unasked,
Through understanding.

(Kahlil Gibran)

اَلحَمدُ لِلّٰہِ رَبِّ العَالَمِین ○

---------ا---------

تاریکیاں بڑھتی ہیں تو ---

کرنوں کی چمکتی مچلتی تلواریں

ان کے منحوس وجود کو لخت لخت کردیتی ہیں۔

ٹھنڈا نور کھولتی ہنڈیا کے رستے قہر بن کر برستا ہے تو ---

سرمئی شام کا پرندہ
دور افق سے آکر
نیند کا سحر برساتا
جلتی مخلوق کے سروں پر ڈھال بن جاتا ہے۔
چاند اپنے ہالے میں ناچتا ناچتا جھک کر سمندر کو بوسے دیتا ہے تو---
ساحل کے ننگے ذرے لہروں کا لباس پہن لیتے ہیں۔
رات کے پچھلے پہر کٹ جاتے ہیں تو--
اس کی آغوش میں اٹھکیلیاں کرتا سمندر غصے سے کھولنے لگتا ہے۔
بادل لپک کر
اس کے غصے کو اپنے برف سینے میں ٹھنڈا کردیتے ہیں۔
اور زمین کی لپکتی پیاسی زبانیں
اس ٹھنڈک سے حیات کی گرمی حاصل کرکے
مردہ ٹہنیوں کے ماتھوں پر
کونپلوں کے جھومر سجا دیتی ہیں۔
ماؤں کے خشک سینوں میں
دودھ کی نہریں جوش مارتی ہیں تو----
گوشت کے معصوم لوتھڑوں میں
زندگی روح بن کر پھلتی پھولتی ہے۔

متعفن پانی اور مٹی کے خمیر سے

وجود میں آنے والے یہ لوتھڑے

ساعتوں کو نگل کر

حسن کے شاہکار بنتے ہیں۔

اے رب کریم!

وہ آنکھ اندھی ہے

جو یہ سب کچھ دیکھ کر بھی

تجھ کو نہیں پہچانتی۔

وہ قدم چلنا نہیں جانتے

جو تیری سمت بڑھنا نہیں چاہتے۔

وہ دل مردہ ہیں

جو تیری ذکر جلیل سے

اپنے اندر تلاطم محسوس نہ کریں۔

وہ کان بہرے ہیں

جو فضا میں بکھرتی

لمحہ لمحہ رس گھولتی تیری صدا کو نہ سن سکیں

وہ جسم مردہ ہیں

جن کی پیشانیاں تیری چوکھٹ پر

سا نہیں جانتیں۔

اے رحمان !

اے رحیم !

سارے مقدس لفظ

اور وہ سارے جملے

جو حمد کے معانی سے شناسا ہیں

تیری ہی تقدیس کے لئے ہیں

الحمد للہ رب العالمین

○.☆.○

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ ○

۲

میرے باطن میں
لفظوں کے ایندھن کو آگ لگ چکی ہے
اور اس سے
اظہار کے شعلے اٹھ رہے ہیں۔

یہ بھڑکتے شعلے

میری روح کے جامد فلک کو

اپنی لپیٹ میں لے چکے ہیں۔

میری پگھل چکی روح سے

حمد کے خالص قطرے کشید ہو کر

تیرے در پر جھکی آنکھوں سے برس رہے ہیں۔

اسلئے کہ میرے بدن کا ایک ایک خلیہ

کائنات کے ایک ایک ذرے کی طرح

ازل سے بس یہی تسبیح جپ رہا ہے

الحمد للہ رب العالمین۔

○.☆.○

پیکر جمیل ﷺ

معصیت کی غبار راہوں پر
نفس کا گھوڑا زقندیں بھر رہا ہے۔
اور جو اس بے لگام گھوڑے پر سوار ہے وہ انسان نہیں ہے۔
اخبارات کی سرخیاں چیخ رہی ہیں

"انسان مر گیا ہے"

چھاپہ خانے بس اسی ایک خبر کے لئے

روزانہ اخبار چھاپتے ہیں۔

لفظ بدلتے رہتے ہیں --- مفہوم نہیں بدلتا

مگر پھر بھی ....

زندگی کی نہ ختم ہونے والی جاں گسل راہ کا سفر اسی طرح جاری ہے۔

اندھیرا دیو قامت مکروہ ارجنٹیوس کی طرح پر پھیلا کر بیٹھ گیا ہے۔

شکستہ پاؤں اس اندھیرے میں

انسانیت کی نعش گھسیٹتے پھرتے ہیں۔

شش جہت دکھ نے جالے بن کر رکھے ہیں۔

کرب زیست کی چھلنی سے

وقت کی ریت چھن رہی ہے۔

اور گناہ کے دہکتے راکھ دانوں پر

انسان کی نعش اپنے ہاتھ تاپ رہی ہے۔

اور ------ وہؐ کہ جو حسن کا مرکز ہیں۔

میں اپنا چہرہ ہاتھوں کی قبر میں چھپائے

مودب انؐ کی مدحت کا ارادہ کر رہا ہوں۔

اس حال میں کہ

میرا جسم بارش اور طوفان کی زد میں آئے بادباں کی طرح لرز رہا ہے

اور............

میری آنکھوں کے لبالب کٹوروں سے

ندامت کا پانی چھلک رہا ہے۔

مگر امید کا سفید کبوتر

اڑان کی گرمی اپنے لہو میں بھر کر

بلند فضاؤں میں اڑ رہا ہے۔

باعصمت لفظوں کے لہو میں میرے لتھڑے ہونٹ

آپؐ کے تعریف کیسے کریں گے ؟

اور میں یہ حق کیسے ادا کرسکوں گا؟

کہ میں تو معصیت کا نشان ہو کر رہ گیا ہوں۔

آپؐ کی تعریف کا حق تو صرف وہی ادا کر سکتا ہے

جس نے عالم کو وجود سے آشنا کیا

اور کن کے اشارے سے دنیا کا گلوب بنا کر

فضا میں تیرنے کے لئے چھوڑ دیا۔

امید پرندے کے سہارے شکستہ لفظوں میں

اس سے کہ جو صرف صاحب جمالؐ کی توصیف کا حق ادا کر سکتا ہے

بس ایک التجا ہے

اے خالق جمال!
پیکر جمیلؐ کے صدقے
کور حسنوں کو حسن نظر دیجئے
کہ برہنہ آدمی انسانیت کے لباس کو ترس رہا ہے۔

○.☆.○

گریز پا رویے کی لذت

بدن کے شہر کی ہر اینٹ پر
میرے خارج کی روداد لکھی ہے
اور جسم سے باہر
شہر ہوس کے ہر ذرے پر

میرے اندر کی تصویر بنی ہوئی ہے

میں خود کو

ماورائیت کی ٹکٹکی میں باندھے

دونوں سے آنکھیں چرا رہا ہوں۔

O.☆.O

رات دو بجے

اے شارل بودلیئر
تم نے رات کے ایک بجے دعا مانگی تھی
"میرے خدا چند خوبصورت اشعار لکھنے کی توفیق دے
جن سے مجھ پر ثابت ہو سکے

کہ میں سب سے ذلیل انسان نہیں ہوں

اور کہ میں

ان لوگوں میں سے نہیں ہوں جن سے مجھے نفرت ہے"

اور میں رات دو بجے

نیند کے بانجھ انتظار میں تھک کر

ہاتھ بلند کئے دعا مانگوں تو کیا؟

کہ میں تو ایسے اشعار بھی نہیں لکھنا چاہتا

جو مجھے میری نظر میں بلند کر سکیں۔

مجھے کسی سے نفرت بھی نہیں

کہ اس کے وجود کو زمین بوس کر کے

اپنے جسم کی عمارت ان پر تعمیر کروں۔

رات کے دو بجے ہیں

اندر ایک زرد سا بلب مدہم مدہم روشنی پھینک رہا ہے

باہر اندھیرا منہ پھاڑے کھڑا ہے

مجھے اور میری نیند کے پنچھی کو

زرد روشنی اور مست تاریکی نے

آدھا آدھا بانٹ لیا ہے

○.☆.○

بانجھ سوچ

اس نے کہا تھا
ہماری محبت ٹھہر گئی ہے۔
اور جہاں ٹھہراؤ ہو وہاں سے عفونت اٹھتی ہے۔
اس سوچ کی پسلی سے

اک نئی خواہش کی حوا نے جنم لیا تھا
کیوں نہ ہم اپنی سمتیں بدل لیں
اب جبکہ
اس ہجر سے بھی عفونت کی بھاپ اٹھ رہی ہے
اس کی سوچ کا تخم
یوں لگتا ہے جیسے ازل سے بے ثمر تھا۔

○.☆.○

گزشتہ سفر کا آخری باب

میں نے اپنے سفر کا منطقی انجام پالیا ہے۔

کھلی آنکھیں میری دشمن ہیں۔

کہ ان کی کوکھ محض حادثات کے مکروہ بچے جنم دیتی ہے۔

میں جان چکا ہوں کہ

بے معنی سفر میں بندھے
میرے وجود کا آغاز اور انجام
ابہام کے دھند لکے کفن میں لپٹا ہوا ہے۔
لمحہ رواں کی بڑی حقیقت کو پانے کے لئے
میں بند آنکھوں میں ڈوب جانا چاہتا ہوں
کہ ------
یہ منظر میرے لئے تقدیر کا درجہ رکھتا ہے۔
سفر کے آغاز سے بندھے ماضی
اور انجام سے بغل گیر مستقبل کی دھندلی تصویروں سے
میں بے روح اطمینان کے سوا
اور کیا حاصل کرسکا؟
معروض کو پانے کے لئے
میرے قدموں نے لامتناعی فاصلے نگلے
بدن سوچ کے بھڑکتے جہنم میں جلتا رہا
دکھ کے ابلتے لاوے نے مجھے غسل دے کر
مسلسل عذاب کا پیرہن پہنائے رکھا
دل کے اندھے کنویں کی صدا کا ایسا انجام
سوچا تک نہ تھا---

کاش میں بہت پہلے یہ جان جاتا
ظاہری حسن تو
فاصلوں کے سہارے زندہ ہے
جو حاصل ہو گیا' حسن سے محروم ہوا
لذت گنوا بیٹھا

O.☆.O

کسلمندی

تم نے جا چکی کل کے سورج کو جہاں دفن کیا تھا

وہاں سے پھوٹتی رات

اب ہر کہیں اتراتی پھرتی ہے۔

یہ رات

تمہاری سجن کیسے ہو سکتی ہے ؟

اس کے کاسے میں پڑے چاند ستارے اور ان کا نور

تم اپنی جھولی میں کیسے ڈال سکو گے ؟

تم زمانے بھر کی آوارہ ہوا کو

اپنی دہلیز پر باندھنا چاہتے ہو۔

ہوا سگ آوارہ نہیں ہے

جو تمہارے دہلیز کے ٹکڑوں پر پلے اور تمہارے لئے ہی بھونکے

اسے تو میٹھے سروں میں گزرنا ہے

سب کو چھو کر، سب کو چوم کر

خوشبو جو تم نے پھولوں سے کشید کی ہے

اپنی مٹھی میں کب تک قید رکھ سکو گے۔؟

کہ اب تو

وہ دامن پھٹنے لگا ہے جس میں لمحے مقید تھے

وہ زنجیر ٹوٹنے لگی ہے جو ہوا کے گلے میں تھی

اور

خوشبو کے گرد تمہاری بھنچی مٹھی بھی تو اب دکھنے لگی ہے۔

○

تمہارے نام

---ا---

تم اپنے ہاتھوں میں تسبیح کی بجائے
لفظ رکھتے ہو
کہ جتنے بھی نوخیز پرندے
تمہاری روح کی خشک شاخوں پر چہکتے ہیں

اپنی چونچ کے کاسے

انہی لفظوں سے بھرنے کی تمنا دل میں پالتے ہیں۔

سنا تھا۔۔۔

لہروں کی زد میں آنے والی سمندر سے نکلی ریت،

چلتی ہوا۔۔۔

اور ۔۔۔ روشنی

مٹھی میں نہیں ٹھہر سکتی

مگر یہ تمہاری ہتھیلی کا معجزہ ہے

کہ جو تمہارے ہاتھ میں پہنچا

منجمد ہو گیا

تم اپنے تالو میں مقفل مسکراہٹوں کی چابی

بخل زدہ سخاوت سے حاصل کرتے ہو

تمہاری چوکھٹ پر

لفظوں کے دریوزہ گر

تمہاری بھنچی مٹھیوں سے

فقط ایک دانے کے انتظار میں

ان گنت لمحے بتا دیتے ہیں۔

تم اس پل کی مانند ہو

جس کے نیچے سے بہت سا پانی بہہ چکا ہے۔

تمہیں اس سے مطلب نہیں

کہ پانی کی منزل کیا ہے

کہ تم تو بس

اپنے اکلاپے کی بستی سے اٹھ کر

پانی کے نغموں سے

سماعت کے بدن کے لئے

خوش نما پوشاک بنانا چاہتے ہو۔

○☆○

تمہارے نام

----- ۲ -----

تم اپنی اس کتاب پر
جس کے ورق ورق پر غرض کے باب رقم ہیں
اپنے قلم سے یہ بھی لکھ لو
"پرچم کبھی نہ گرے گا"

کہ ....

جن لفظوں کے پتھر

تمہاری منجنیق میرے قلعے پر برسا رہی ہے

ان کا خمیر

تمہاری ذات کے گندے جوہڑ کی متعفن مٹی سے اٹھا ہے

ہاں .... مگر

تم چاہو تو

اپنے ہونٹوں کی شاخوں پر

کھلنے والے پھول کی مہک سے

مجھے فتح کر سکتے ہو۔

○.☆.○

اور تم مطمئن ہو

ان حنوط لمحوں کی نعش تاحال میرے پاس محفوظ ہے
جب تمہارا وجود دکھ کے یتیم بچے جن رہا تھا
اور میں نے چپکے سے
تیرے ان بچوں کو اپنی گود میں لے لیا تھا

اب یہ نسل جواں ہو چکی ہے
مگر مجھ سے اتنی مانوس ہے
کہ اپنا سب کچھ مجھے سمجھتی ہے۔
کبھی کبھی تو یوں محسوس ہوتا ہے
یہ بچے میرے ہی زائیدہ ہیں۔
اور تم مطمئن ہو
جیسے تمہیں کبھی دکھ کا حمل ٹھہرا ہی نہیں تھا

O.☆.O

آج کی تازہ خبر

جو----

کل بھی تازہ تھی

وہ پیتل کی بوسیدہ زرد سوئیوں میں
سرخ دھاگہ ڈالے
سفید روشن لباس بنانے میں مصروف ہیں۔
نیکی کے معصوم بچے

چوکھٹ کے پیچھے سہمے تھر تھر کانپ رہے ہیں۔
شرافت کی دوشیزہ
چلمن سے ہٹ کر پردے گرا چکی ہے۔
اور اندھیرا
بولائے ہوئے کتے کی طرح
گلیوں میں الف ننگا بھاگ رہا ہے۔

○.☆.○

پتھرا چکی آنکھوں کا نوحہ

لفظ سیاہ موتیوں کی صورت
اندھیرے میں بکھر گئے ہیں
اور میں ابھی تک
اس سفید دھاگے کی تلاش میں ہوں

جس نے ان کا ایک دوسرے سے ربط قائم کرنا ہے۔
دکھ کے آسیب کے وحشی پنجوں کی گرفت
پل پل شدید ہوتی جارہی ہے۔
شاید زندگی کے جاچکے لمحوں کی طرح
آنے والے لمحے بھی اس سے چھٹکارا نہ پاسکیں۔
بے ربط اجنبی لفظوں کے حیرت زدہ چہرے
کہن ابلاغ کے بوجھل وجود کی لاٹھی کیسے بن سکتے ہیں ؟
کتنا بڑا سانحہ ہے
غم کے سلسلے کی کڑیاں تو مربوط ہیں
مگر لفظوں کی آنکھیں
ایک دوسرے کو پہچاننے کے اذیت ناک حادثے میں پتھرا چکی ہیں۔

O.☆.O

عذاب کا محاصرہ

میں اس اضحیہ کی صورت ہوں
جسے وقت سے پہلے ہی
چمکتی چھریاں خواب میں نظر آگئی ہیں
اس خوف کے ظالم استیلا سے

زرد نقطے باہم متصل ہو کر

میرے پورے وجود پر پھیل گئے ہیں

بلا سوچے سمجھے مستقبل کی میٹھی دھند میں لپٹے

حادثات کے لقموں سے

میں پیٹ کا دوزخ بھرتا رہا۔

کاش میری نیند سپنوں سمیت مجھ سے روٹھ جائے

اور میں

آنے والے وقت کی آگہی چھن جانے کے بعد

مطمئن اور پر سکون

تقدیر کی ہونی شدنی سے ملاقات کر سکوں۔

کہ میرے زندہ وجود کو جکڑنے والے موت سائے

میری روح کے ساتھ بھی چمٹے ہوئے ہیں

ایسا ممکن نہیں تو کاش۔۔

میں استفراغ کی منزل ہی سے گزر سکوں

کہ حادثات میری کوکھ سے بہہ نکلیں

اور میں

سکھ کی سایہ دار پگڈنڈیوں پر چل سکوں

انتظار مت کرو

ابھی دعا بازو بریدہ نہیں ہوئی۔

پہاڑی چشموں سے

امید کے نغموں کی لے سنائی دیتی ہے۔

دل گرفتہ نہ ہو ----- اے کشمیر

کہ آسمان کی آنکھ ابھی بند نہیں ہوئی۔

تیری عریاں چیخوں کو

میں اپنے لہو کی چادر سے مستور کرنے کا حوصلہ ابھی خود میں پاتا ہوں۔

وہ شام کی کوکھ سے رات

اور رات کی کوکھ سے شام جنوانے کا سلسلہ کتنا دراز کریں گے

مغویہ صبح کی بازیابی کے لئے

ان کا انتظار مت کرو

کہ......

وہ تو بندوق، طوق کے عوض دیتے ہیں

○.☆.○

اندیشوں کی دھند

محدب عدسے کے راستے
میری معصوم سوچ کی آنکھیں
تیرے وصل کے ساحل پر لنگرانداز ہو گئی ہیں
ساحل فوکس میں ہے

اور ایک ایک لمحہ منجمد ہو کر محفوظ ہو رہا ہے۔

سوچوں کے دور ساحل پر جا بسنے سے

میرے قریب کی ہر شے دھندلا گئی ہے

اب میں خوف کے اس بھنور میں پھنس گیا ہوں

کہیں یہ دھند بڑھتے بڑھتے مجھے ہی نہ نگل لے۔

○.☆.○

ان چکھے گناہ کی مٹھاس

میں لذت کی شیرینی میں لتھڑے ہونٹ

اپنی ہوس کی بے صبری زبان سے چاٹ رہا ہوں

مٹھاس میرے پورے وجود میں اتر گئی ہے

مگر زبان چپر چپڑ چاٹتی چلی جاتی ہے

مسلسل شرینی چاٹتے چاٹتے

زبان اور ہونٹوں پر زخم نمودار ہو گئے ہیں

اپنے ہی خون کی کڑواہٹ حلق میں محسوس ہوتی ہے تو

چونک اٹھتا ہوں------

سامنے فقط میں ہوں اور لہو کی کڑواہٹ

مگر وہ گناہ------

جس کی لذت ابھی ابھی میرے بدن میں اتر رہی تھی

میرے عقب میں کھڑا

آئینے میں میرا منہ چڑا رہا ہے

O.☆.O

لکھ دو

"بہار کو جانے نہ دینا

ہو سکے تو اس کا دامن تھام لینا۔

اپنی محبت کا طوق اس کی گردن میں ڈال کر

اسے یوں مجبور کرنا

کہ وہ مست الست ہو کر

بے دست و پا ہو جائے۔

مگر اے شوخ و چنچل

خدارا میری طرح اسے بھی معذور کر کے

آگے نہ نکل جانا

کہ آگے تو کانٹوں کی سیج کے سوا کچھ بھی نہیں ہے "

ہاں یہ سب کچھ لکھ چکے تو

اسے یہ بھی لکھ دو ----

"جب مسکراہٹ کی یکسانیت

سے تم اکتا جاؤ

اور مسلسل مسکرانے سے

تمہاری آنکھوں سے آنسو چھلک پڑیں

یا محسوس کرنے لگو --- کہ اب

خشک قہقہوں میں خوشی کم اور جبر زیادہ ہے

تو اس وقت ملول نہ ہونا

تم مجھے جہاں بے دست و پا چھوڑ گئے تھے

وہیں اسی جگہ پر

میں تمہیں ویسے ہی پڑا مل جاؤں گا

بالکل اس مٹی کے باوے کی طرح

جس سے کوئی شریر بچہ دل بہلاتے بہلاتے

اوندھے منہ سڑک پر پھینک گیا ہو

○.☆.○

جرم تیری جبلت نہیں ہے

زمین کی پسلی سے
سورج کا دہکتا نور برساتا گولا جنم لیتا ہے
تو تاریکی سمٹ کر میرے اندر گھسنے لگتی ہے
میری حیرت زدہ آنکھیں

اس کا پیچھا کرنے کو لپکتی ہیں تو

اندھیرے کی لمبی بانہیں

انہیں جکڑ کر میری خالی انتڑیوں پر مرکوز کردیتی ہیں

اور پھر ــــــ بھلا

پیٹ کی آنکھوں سے دیکھنے والے

روشن پگڈنڈیوں پر کیسے چل سکتے ہیں۔

میرا مٹی کا بے حس وجود تپ کر سرخ ہو جاتا ہے

مگر اندھیرے کی گرفت پھر بھی نرم نہیں پڑتی۔

سورج اپنی شکست پر تلملاتا بیمار پڑجاتا ہے

تو مغرب کا افعی لپک کر

مضمحل زرد سی ٹکیا کو ہڑپ کر جاتا ہے

میرے ذہن کی پہنائیوں سے

تاریکی کا ارجنٹیوس پھڑپھڑاتا باہر نکلتا ہے

اور فضا میں پر پھیلا لیتا ہے

سورج سے بچھڑنے والی چند کرنیں

میرے باطن میں پناہ لیتی ہیں

اور میرے لہو میں نہا کر پاکیزہ ہو جاتی ہیں

خالی انتڑیاں

قدموں کو مکروہ آنکھیں دینا چاہتی ہیں

توپاکیزہ کرنیں راہ روک لیتی ہیں

"ٹھہر جاؤ ----

جرم تیری جبلت نہیں ہے"

○.☆.○

کہو!... اک نظم کہو

مجھے اک نظم کہنی ہے
ان پوروں پر، جو گداز بدن کے مست لمس سے سرشار ہیں
یا ان ہونٹوں پر، جن کی نمی روٹھ گئی ہے
مجھے اک نظم کہنی ہے
محبت کے پہلے لفظ پر، جو فقط میرے لئے کہا گیا تھا
یا مجبوری کے اس آنسو پر، جو پلکوں میں ٹھہر گیا تھا

مجھے اک نظم کہنی ہے

اپنے باطن پر، جہاں جذبے بے کنار ہوا چاہتے ہیں

یا اس نارسائی پر، جو مقدر میں لکھ دی گئی ہے

مجھے اک نظم کہنی ہے

اس مفہوم پر، جو مکلف لفظوں کی تلچھٹ بن گیا تھا

یا ان بوسوں پر، جو سسکیوں کے بیچ قضا ہو گئے تھے

•

تمہیں بھی تو ایک نظم کہنی تھی

اس برف پر، جو میری چھاتی پر مل دی گئی تھی

یا پھر اس یخ بستگی پر، جس میں تمہارے لفظ جم گئے تھے

کہو!..... اک نظم ضرور کہو

اس لمحے پر، جو ہم دونوں کے بیچ پہلی مرتبہ اترا تھا

یا اس رفاقت پر، جس کی مسافت آنکھ سے ڈھلکے ہوئے آنسو جتنی تھی

○

ابد کا روشن سفر

مجھے معلوم ہے

جس بلندی کو مجھے چھونا ہے

وہی نا ----

جہاں پہنچتے پہنچتے پرندوں کے پر ٹوٹ جاتے ہیں

کرنوں کی سیڑھی پر قدم رکھ کر
جن نور چشموں پر اترنا ہے
کہ ان کے یخ پانیوں سے جسم جم جاتا ہے
جن خلاؤں میں مجھے سفر کرنا ہے
وہاں سانس پنچھی دم توڑ دیتے ہیں
مگر------
مجھے تو بڑھتے رہنا ہے
کہ فنا کی راہ پر جتنے قدم آگے بڑھیں گے
اتنی ہی ابد کرنیں میرے بدن سے پھوٹیں گی

○.☆.○

امی اور ابو کے نام

وہ ساری کہانی

جو میرے سینے کے محبس میں

کبوتر بن کر پھڑپھڑاتی ہے

--------- وہ تم ہی سے معتبر ہے۔

میرے ماتھے پر ثبت تمہارے بوسے
میری آنکھیں ہیں
کہ جن سے لپکتی نور کرنیں
میرے قدموں کے کانوں میں
متعین سمت کا شیریں راز انڈیلتی ہیں۔
پیشانی پہ سجی آنکھیں بجھنے لگتی ہیں
تو قدم بھٹکتے ہیں
اور فاصلے کی کشتی مجھے لہروں میں الٹ دیتی ہے
لہریں زندگی کا لباس پہنا کر
مجھے تمہاری آغوش میں لا ڈالتی ہیں
تمہارے ہونٹوں کا نور
پھر میری پیشانی پر نقش ہو جاتا ہے
کہ -----
وہ ساری کہانی
جو میرے سینے کے محبس میں
کبوتر بن کر پھڑپھڑاتی ہے
------ وہ تم ہی سے معتبر ہے
○.☆.○

سکون کی سرک چکی رسی

صرف ایک کرن کی چاہت میں
(جس میں گندھے رنگوں کو
میں اپنی زندگی کے بے رنگ خانوں میں سجانا چاہتا تھا)
اس موڑ پر آپہنچا ہوں

کہ اب میرے کراہتے وجود میں

اتنی بھی سکت نہیں رہی

جو گزرے لمحوں کے قرطاس پر لکھی

اس کی ٹھاٹھیں مارتی محبت کی

ایک سرکش لہر ہی اسے دکھا سکے۔

میری خواہش ہے

یہاں سے لوٹ جاؤں

یا پھر آگے بڑھ جاؤں

مگر میرے قدم تو جیسے چلنا بھول گئے ہیں

کہنیوں کے سہارے رینگنا چاہتا ہوں

مگر زمین میرے جسم کو جکڑ لیتی ہے

نگاہ بھی ایک ہی منظر کو پلٹ پلٹ کر

دیکھنے کے جرم میں پتھر کی ہو چکی۔

اے دوست -------

تم کہتے تھے--

”جب صبح کی تازگی دوپہر کے خنجر سے قتل ہو جائے

جب تمہاری ٹانگیں تمہارا بوجھ اٹھانے سے انکار کردیں

اور کبھی نہ ختم ہونے والا سفر سامنے پڑا ہو

نمک کی طرح گھلتا جارہا ہوں

اس احساس کی گرفت شدید ہوتی جارہی ہے۔

جسم کی مٹی روح سے جھڑ جائے گی

تو بھی---

سکون کی سرک چکی رسی ہاتھ نہ آئے گی

O.☆.O

کجلا چکے جذبے سے آخری مصافحہ

درد کی لذت میں گندھا میرا بدن
مغائرت کے سکوت زدہ گنبد میں
زوال آشنا امیدوں کے ہمراہ
بے روح لفظوں کا بوجھ اٹھائے

چاروں اور گھوم رہا ہے

اس در کی تلاش میں

جو شاید ..... کبھی تھا' اب نہیں ہے

تمہاری انازدگی نے

مجھے گھسیٹ کر

ڈوبتی امید کے اس چوبی زینے پر لا کھڑا کیا ہے

جو بے حسی کی ٹھنڈی آگ میں جل کر

راکھ ہو رہا ہے

○.☆.○

اشورہ

"ماساۃ" کے آسیب میں گرفتار زبانیں
"اشورہ" کا لفظ کیسے ادا کریں
"ماساۃ" ....
بہہ چکے لہو پر آنسو بہانے کا نام

کٹے بدنوں کی روح فرسا روداد

کومل وجودوں کے ریزہ ریزہ جسموں

اور

ٹوٹے حوصلوں پر آنسوؤں کی کہانی ہے۔

فصل حزن کے بیج

زمین جسم میں بونے والو

شکست در شکست اپنی جگہ

مگر قومیں تو جنگ کے میدان میں

شکست کھا کر

"ماساۃ" کے پاس جہنم میں راکھ نہیں ہوتیں

کہ ان کی غیرت "الثورۃ" کے مفہوم

اور تقاضوں سے آگاہ ہوتی ہے

جسموں میں غیرت کی روح موجود ہو تو

شکست فتح میں بدل سکتی ہے

کیونکہ "ماساۃ" کا لفظ جھوٹ ہے۔

غیرت شہیدوں پر رونا نہیں

بقا کے موت راستوں پر چلنا سکھاتی ہے۔

اے ہزیمت کے زخم سہہ کر

"ماساۃ" کے آسیب میں گرفتار ہونے والو!

تم کیا جانو ـــــ کہ

تخم افسوس کی زائیدہ کونپلوں کے مکروہ سایوں میں

پلنے والے فنا کے افعی تمہیں نگلنے کو تیار بیٹھے ہیں

O.☆.O

دُدّھ تے دہی ہر کوئی رِڑ کے، عاشِق بھَار ڑ کیندے ھُو

تَن چٹورا، من مندھانی آہیں نال ہلیندے ھُو

دُکھاں دا نیترا کڈھے لسکارے، غماں دا پانی پیندے ھُو

نام فقیر تنہاں دا باھُو، جیہڑے ہڈاں تو مکھّن کڈھیندے ھُو

(سلطان باھُو رحؒ)

حطمہ •

جھریوں بھرے بوڑھے چہرے
سوچ کی جٹائیں
تشویش کی زمین میں دفن کر رہے ہیں
نگاہوں سے نکلنے والی بصارت کی لہریں

حطمۃ (القرآن)

سوالیہ نشان کی صورت ڈھلتی جا رہی ہیں۔

خمیدہ جسموں سے

لٹکتے لرزتے کانپتے بازوؤں کے کناروں پر

رعشہ زدہ اندھے ہاتھ

حیرت کی پیشانی پر لکیریں ٹٹول رہے ہیں۔

زبانیں گنگ ہیں

اور قلم لکھنا بھول گئے ہیں۔

جواں جسموں کے گرم لہو کو

بے حسی کی برف نے ٹھنڈا کر دیا ہے۔

احساس کے راکھ دانوں میں

سلگتے انگارے کب کے بجھ چکے ہیں

ایک طرف ----

کئی طنابیں، لٹی عصمتیں

پھٹے آنچل، ٹوٹے سہارے، جھکی کمریں

ننگی کلائیاں اور لہو کی بہتی ندیاں----

اور دوسری طرف

ایک مسلسل اور بانجھ سکوت۔

اے چپ بستی کے جامد مکینو!

تم " حطہ " کا لفظ بھول چکے ہو۔

یہی وجہ ہے ---- کہ

کل جو لہو بہا تھا اور آج جو لہو بہہ رہا ہے

وہ تمہارا ہے

اور اگر تم " حطہ " کا لفظ یاد نہ کر سکے

تو یقین جانو کہ ----

کل جو لہو بہے گا

وہ بھی تمہارا ہو گا

O.☆.O

الموت
یاشعراء جیل الجرح
بالمرصاد واقف
الموت
للصوت المکبّل
بین آلاف المعازف
الموت.... قلت
فحاذر والغط الاکادیمیه الصفراء
واجتنبو المتاحف
فی معهد الریح ابتدانا
فلنکمّل... فی العواصف!
(سمیع القاسم)

ادھورے انجم کے لئے

تمہارے چہرے پر مایوسی کی اڑتی دھول ؟

ہونٹوں کی چوکھٹ پر

صدا گنگنانے والے لفظوں کے لاشے ؟

نعم المستعجل سر مضمحل شانوں پر ؟

اے دوست!.....

وہ کیا سانحہ ہے

جس نے خندہ پیشانی کو پھول چہرے سے اتار کر

حزن کے تابوت میں دفن کردیا ہے۔

وہ کون سے منحوس کوس طے کرکے تم یہاں پہنچے ہو

کہ اصل بدن نے تمہارا ساتھ چھوڑ دیا ہے۔

پوست کے اندر کا انسان بھی کتنا عجیب ہوتا ہے

آئینہ دیکھو تو

تمہاری ہیت تمہارے باقی ماندہ عناصر بھی بکھیر دے

آؤ........

ان کالے کوسوں کی مٹی سے

ایک مرتبہ پھر اپنے قدموں کو آلودہ کریں

اور تمہارے جھڑ چکے اصل بدن کے

ان منتشر عناصر کو تلاش کرنے کی کوششیں کریں

جن کے بغیر تم نامکمل ہو

O.☆.O

تختیاں تمہارا مقدر ہیں

--------ا--------

قصور کس کا ہے ؟

اس سوال کا حل کبھی نہ ملے گا

قصور کس کا نہیں ؟

اور نہ ہی یہ عقدہ وا ہو سکتا ہے ۔

پہلا سوال

شور کی دھول میں دفن ہو جاتا ہے

اور دوسرا سوال

خامشی کی برف کے نیچے دب کر جل جاتا ہے

زندگی جس موڑ پر پہنچ چکی ہے

وہاں موجود

سنگ میل کی عبارت مٹا کیوں نہیں دیتے

آگے بڑھو-----

اور اس پر نئی عبارت لکھ دو

یہی ہمارا آغاز ہو گا

دفن ہو جانے والوں سے کہہ دو

ہمارا ناطہ تم سے ٹوٹ چکا

قبر کی تختیوں پر لکھی عبارتیں پڑھ پڑھ کر

ہماری آنکھیں اکتا گئی ہیں

اب ہم

چلتی ہوا کے ماتھے پر لکھی عبارتوں سے

قدموں میں مسافت بھریں گے

تختیاں تمہارا مقدر ہیں

---------۲---------

نادان نہ بنو

بیج زمین میں دفن سہی
لیکن فضا میں چٹختی شاخیں، پتے، پھول اور پھل
اس سے رابطہ کیسے توڑ سکتے ہیں۔

مسلسل شور خاموشی ہے
اور مسلسل خاموشی گفتگو۔
تم اندھی گلی میں نہیں ہو
کہ ہر قدم کو سفر کا آغاز سمجھو
(ایسی گلیاں تو اس سے ایک بالشت بھی آگے نہیں بڑھتیں)
جس موڑ پر تم ہو
اس کے پیچھے نہ جانے کہاں آغاز گم ہو چکا ہے۔
اس گم ہو جانے والے آغاز میں
ایک نہ ایک روز تمہیں بھی
تختیاں پڑھنے کے لئے گم ہونا پڑے گا۔
ہوا تمہارا مقدر نہیں
تختیاں تمہارا مقدر ہیں ۔

O.☆.O

ہاتھ سے پھسلتا ہاتھ

اے مسافر!

مفارقت کا فیصلہ بجا سہی

مگر جان رکھ

تیرا سفر کوئے نشاط کا سفر ہے

دشت حزن کے مقیم سے حوصلے کی چھاگل مت مانگ

اس افتادہ بخت کو دیکھ

کہ جس کی آرزو کی خشک رگوں سے

لہو کے سرخ ذرے ریت بن کر اڑ رہے ہیں

اور خواہش کے بدن کی زبانیں

پیاس کی شدت سے کانٹا بن گئی ہیں۔

مگر تم تو......

اپنے چہرے کے بدلتے رنگوں سے

اسے جرعہ اجل پیش کر رہے ہو۔

O.☆.O

معتوب بدن کا یقین

عمر کی فصل کا دانہ دانہ
دکھ کی بھٹی میں بھن رہا ہے۔
بے کیف صبحیں اور ڈراؤنی راتیں
سانس سانس ایک دوسرے سے بندھی ہوئی ہیں۔

میرے بلیو چیتھرم جیسے قوی بدن کو

جاچکے لمحوں کی خونی بلیاں

اپنے خنجر نما دانتوں سے نوچ رہی ہیں۔

وقت کی دھول اڑ اڑ کر

میرے جسم کو ماضی میں دفن کر رہی ہے۔

مجھے یقین ہے ---

کل جب کھنڈروں کی دریافت ہو گی

تو میرے متحجر جسم کو صاف کر کے

متحیر آنکھوں کے سامنے

نمائش کے لئے رکھ دیا جائے گا

○.☆.○

مجبوری کا پتھر

ہم دو دنیاؤں میں ہیں
اور ہم آہنگی کی لغت گم ہو گئی ہے
مجبوری کا بھاری پتھر
تم پہاڑ کی چوٹی تک لے جانا چاہتے ہو

تمہاری سانسیں پھول چکی ہیں

مگر بار بار پلٹتے چہرے سے ٹپکتی ہمدردی

میرا بدن نوچ رہی ہے

میں نارسائی کی دلدل میں

شانوں تک دھنسا

اس بوجھل پتھر کا انتظار نیچے دامن میں کر رہا ہوں

صدا سینے سے اٹھتی ہی نہیں

تم تک کیسے پہنچے گی

عجب تو یہ ہے کہ

اس بدن میں

اس بدن کی دنیا

تمثال بنے

سفاک نجابت کا روپ دھارے ہوئے ہے۔

میں اپنی جون میں نہیں ہوں

مگر مجھے یہ مقدس خدشہ بھی نہیں ہے

کہ وہ مجھے نہ پاکر رنجیدہ ہو گا

○.☆.○

سوچ چڑیوں کے نام

وہ لفظ جو روح کی پہنائیوں میں ہیں

--------------- بامعنی ہیں

وہ تخلیل جس نے ذہن کی سطح کو نہیں چھوا

------------------- باعصمت ہے

یہی معانی اور عصمت، سکوت کے تابوت میں

میرا لاشہ محفوظ رکھے ہوئے ہیں

شاخ وجود کی سوچ چڑیو!

بے ثمر ننگے شجر پر قیام سے تمہیں کیا ملے گا

پر پھیلاؤ اور اڑان کی حدت

اپنے لہو میں بھر لو

کہ کئی نادیدہ افق تمہارے منتظر ہیں

اڑ جاؤ

اور میری نعش کو برہنہ کر کے رسوا نہ کرو

○.☆.○

THE SUN BEHIND THE DARK CLOUDS

اپنے دریدہ بدن دفن کر کے

ہڈیوں کو کھاد بننے دو

اور اپنے گرم لہو سے

دھرتی کو سیراب کر دو

(کیا تمہیں خبر نہیں کہ
تمہارا لہو آب حیات ہے)
یوں کل جو سر اگیں گے
وہ تمہارے ہی سرکش بدنوں کا حصہ ہوں گے
(اشجار کا اجمال ان کے تخم ہی کا مرہون منت ہوتا ہے)
ممکن ہے ---
کل کا سورج کالی بدلیوں کی اوٹ سے نکل آئے
اور تم
اپنی خواہشات کی سدرۃ المنتہی کو پا جاؤ۔

O.☆.O

سسکتے حوصلے اور میں

کیکٹس کے کانٹوں کی حفاظت میں
ہمماتا زرد پھول
میرے حوصلوں جیسا ہے
ہوا کے شریر جھونکوں کے لئے

بس ایک لمحے کا کھلونا

یہ زرد پھول....

ہر بار ہوا کی سازش کا شکار ہو کر

کیکٹس کو فرقت کے چرکے لگاتا ہے

اور کیکٹس مزید ان گنت کانٹے

اپنی بانہوں پر سجا کر

نئے پھول کے انتظار کا بے ثمر دکھ سہتا رہتا ہے

مگر اسے کیا خبر----

کہ زرد پھول کے ساتھ

ہوا کے شریر جھونکوں کی سازشیں

اس کے سر اٹھاتے کانٹوں سے

کبھی نہ رک سکیں گی

O.☆.O

اندیشوں کی دھند

تصور عدسے کے راستے
میری معصوم سوچ کی آنکھیں
تیرے وصل کے ساحل پر لنگر انداز ہوگئی ہیں۔
ساحل فوکس میں ہے

اور ایک ایک لمحہ منجمد ہو کر محفوظ ہو رہا ہے۔
سوچوں کے دور ساحل پر جا بسنے سے
میرے قریب کی ہر شے دھندلا گئی ہے۔
اب میں خوف کے اس بھنور میں پھنس گیا ہوں
کہیں یہ دھند بڑھتے بڑھتے مجھے ہی نہ نگل لے۔

O.☆.O

دعا

وقت کی راکھ سے

وہ ہر مرتبہ حادثات کی چنگاریاں نکال لاتا ہے۔

یہ چنگاریاں بجھ کیوں نہیں جاتیں ؟

راکھ میں دفن ہو کر بھی سلگتی رہتی ہیں۔

ایک چنگاری ---

میری سوچ کی راکھ میں بھی ہے

جسے فقط میں ہی تلاش کرپاتا ہوں۔

جب بھی اندیشے کی لمبی انگلی سوچ کی راکھ کریدتی ہے

وہ جھلمل کرتی مجھ سے گویا ہوجاتی ہے۔

تارے بھی تو جھلملاتے ہیں

مگر وہ تو آسمان کی نیلی راکھ میں دفن تھے

آسمان کا سینہ جلا کر سیاہ کرنے کے لئے

کس نے انہیں اس کی چھاتی پر رکھ دیا ہے۔

اتنی ساری چنگاریوں کے جمع ہونے سے

کہیں سب کچھ راکھ نہ ہو جائے

اور اس راکھ میں کہیں ساری چنگاریاں دفن نہ ہوجائیں

اگر ایسا ہو گیا تو ----

انگلیاں پھر راکھ کریدیں گی۔

اے خدا --

یہ سلسلہ روک دیجئے۔

یا پھر مجھے چنگاری نہیں راکھ بنا دیجئے

O.☆.O

اے ناشکیب سالوس....
وہ پاکیزہ لمعہ تم نہیں ہو

تم اس کنجشک کے پر کتر کر

اسے اپنے فریب کے پنجرے میں قید بھی کرلو تو

تمہارے مکروہ ساطع وجود کے قدموں پر

اس سے ناصیہ سائی پھر بھی نہ ہو گی۔

تمہیں اس حقیقت کو تسلیم کر لینا چاہئے

جس سے اب تک پہلو بچا کر

خوش فہمی کی ہوا سے پھولے رہے۔

تم عجلت زدہ مکر کے جس جال کی رسیوں میں

مجھے کس کر اپنی راہوں پر گھسیٹتے رہے

اس سے میں کب کا نکل چکا۔

زبانیں جو کچھ کہتی ہیں

وہ سب واہمہ ہے۔

تمہاری سماعت کے آئینوں میں

جن لفظوں کے عکس ابھر رہے ہیں

وہ سب جھوٹے ہیں۔

ورنہ میں تو وہ متہم ہوں

جس پر ایک پاکیزہ لمحہ

اپنی ابدی علامتیں کھود رہا ہے

اور اے ناشکیب سالوس

وہ پاکیزہ لمحہ تم نہیں ہو

○.☆.○

لمحوں کا لمس

شاید وہ لمحہ آچکا ہے
جس کا عکس بہت پہلے محویت کے عالم میں مجھ پر اترا تھا
تم لمحوں کے اس کینوس کو دیکھنے کی کوشش تو کرو
جس پر میں نے

نازل ہونے والی بشارت کے عکس کا پورٹریٹ

لفظوں کے لکنت زدہ صوتی آہنگ کے ذریعے بنایا تھا

اور تم ----

آنے والے لمحوں کے اس پورٹریٹ کو دیکھ کر

چپ کے گہرے پانیوں میں اتر گئے تھے۔

لمحہ بہ لمحہ بڑھتے سکوت کے گدلے اور تعفن زدہ پانی میں

ایک مرتبہ پھر------

تمہاری بے صدا لاش ڈوبتی جارہی ہے

اور شاید ......

وہ لمحہ آہی چکا ہے۔

○.☆.○

THE HAY

خدا کرے۔

مسرت کی ہریالی ہر گام پر تمہاری منتظر رہے

مگر جب -----

سبز خوشیاں اگلنے والی زمین بنجر ہو جائے

تو قحط اور ایمرجنسی کے ان لمحات میں

میری چاہت HAY کی صورت

تمہاری منتظر ہو گی۔

شاید تم اس سے

سبز خوشیوں کا سا لطف تو نہ اٹھا سکو

مگر-----

یہ تمہاری منہدم ہوتے وجود میں

سانسوں کی گرمی ضرور بھر دے گی

○.☆.○

بھری اوک پینے سے پہلے

اپنی بھری اوک حلق میں اتارنے سے پہلے اس نے کہا تھا
سوچ کی راکھ کو اندیشوں کی لمبی انگلیاں کریدتی رہتی ہیں
گدلے پانی کا بے رحم ریلا امید کی کچی دیوار سے سر پٹختا رہتا ہے
(جیسے کہ وہ اسے گرا کر ہی دم لے گا)

کل ایک ہمسائی ماں سے کہہ رہی تھی

تم تو خوش قسمت ماں ہو

تمہارا بیٹا بڑے شہر میں پڑھتا ہے

کل جب وہ واپس پلٹے گا

تو تم دھن دولت کی مالک ہو گی

بس اب چند ہی ماہ باقی ہیں --

ابھی تاریکی اس کی اوک سے پرے تھی

اور اس نے بتایا تھا

نہ جانے یہ سن کر آنکھوں کے آگے

شک کے سائے کیوں لہرانے لگے تھے

دل کی دھڑکن تیز ہو گئی تھی

اس سمے ایک اندیشہ سر اٹھائے کھڑا تھا

اور دعا کے ہاتھ فلک کے دروازے پر دستک دے رہے تھے

کاش وہ لمحے پتھر کے بن جاتے

کہ کل جب ڈگری کا بار اٹھا کر

شہر شہر گھوم کر ناکامی کا زہر بدن میں اتارنا ہو گا

اور ان بوڑھی آنکھوں میں صبح سے جلتے چراغوں کو

شام ناکام قدموں کی ٹوٹی چاپ کے ساتھ ہی

بجھ جانا ہو گا

تو لمحہ لمحہ موت کا پیالہ بھی پینا پڑے گا۔

پھر اس نے حسرت سے کہا تھا

کاش چند ماہ نہ گزریں

اور نہ ہی سچائی ننگی ہو کر مقابل آئے۔

پھر وہ دیوانوں کی طرح چیخا تھا

لمحو ٹھہر جاؤ

ماں کو مر جانے دو

وعدہ رہا

پھر لاحاصل کے بے انت سفر میں

شریک ہو جاؤں گا

مگر جب لمحے نہ ٹھہرے تھے

اور شام کے سائے کونوں کھدروں سے نکل

کر ہر طرف سیلاب کے پانیوں کی طرح

بہنے لگے تھے

تو اس نے رات کی ساری تاریکی

اپنی اوک میں بھر کر حلق میں انڈیل لی تھی

I stood upon a high place,
And Saw, below, many devils
Running, leaping,
And carousing in sin.
One looked up,
grinning,
And said,
"COMRADE ! BROTHER!"

(Stephen Crane)

مجھے قرض چکانا ہے

ماں! .... میرے بعد پٹ بھیڑ لینا

ہاں ماں .... مگر دیکھ

جب دروازوں کی درزوں سے بھاری قدموں کی چاپ اندر گھسنے لگے

تو میرے کپڑے، میری کتابیں اور میرا ہر ایک نشان جلا ڈالنا، مٹا دینا۔

دیکھ ماں ...... مجھے یاد کرنے کے لئے

تمہارے وجود کی سلامتی ضروری ہے

کہیں ایسا نہ ہو

درزوں سے بہہ بہہ کر اندر آنے والی چاپ

دروازہ دیوار سمیت بہا لے جائے

اور بندوقوں کے دہانے میرے بدن کی باس

میرے کپڑوں، کتابوں اور میرے لمس سے آشنا اشیا میں سونگھ کر

بارود اگلنے لگیں۔

ماں ---- وعدہ کرو

جب ٹینکوں کے گڑگڑاہٹ سماعتیں پھاڑنے لگے گی

تو تم دل پر اپنے ہی پہاڑوں کے پتھر رکھ لو گی

اور وہ جس نے

ابھی گڑیوں کو سنبھال کر کارنس پر رکھا ہے

اور دوپٹہ

بار بار دونوں کاندھوں پر ڈال کر

درست کرتی ہے، جھجکتی ہے، شرماتی ہے۔

اسے تنور میں چھپا کر اوپر پرات رکھ دو گی

ہاں ماں .... اگر تنور دہک رہا ہوا تو بھی

کہ جسم کو ملتا عصمت کی کو ملتا سے قیمتی نہیں ہوتی۔

ماں! اس معصوم سے یہ بھی کہنا

اپنی سسکیاں اپنے ہونٹوں میں مقفل رکھے

کہ تنور کے شعلے تو محض جسم جلاتے ہیں

مگر چیخ کے شعلے روح کو بھی بھسم کر سکتے ہیں۔

ماں! ------

مفارقت کے ان لمحوں میں

کچھ تو بول نا!

کہ ....

میں نے تمہارے لفظوں کے سہارے

اس دھرتی کا قرض چکانا ہے

جس کی ادائیگی کا جنوں

تمہاری دودھ کی دھاروں کی طرح میرے بدن میں دوڑ رہا ہے۔

O.☆.O

He who is untrue, can never
Wait for the true.

(Wasif Ali Wasif)

روشن کرن کا عطیہ

کپکپاتے ہونٹوں سے

طلوع ہونے والے لفظوں کے سورج کی صرف ایک ابلاغ کرن

مجھ تک پہنچ سکی

اس کے سہارے --- دیکھو تو

میں کہاں تک آپہنچا ہوں۔

ہوس کہ منہ زور لہریں

اس روشن ڈھال سے ٹکرا کر ریزہ ریزہ ہو گئیں۔

خواہش کے نہ ختم ہونے والے خلا کا سفر

میرے قدموں میں پڑا سسک رہا ہے۔

تمہارے بکھر چکے عناصر نے

میرے منتشر جذبوں کو ایک ہی جہت کا اسیر کر دیا ہے۔

چہار جانب سے آنے والی ان گنت صدائیں

میری سماعتوں سے ٹکرا کر بے ثمر لوٹ جاتی ہیں۔

کہ میری سماعت کی پیاسی کھیتی

فقط تمہارے لہجے کے شیریں پانیوں سے ہی سیراب ہونا جانتی ہے۔

○.☆.○

TETRAZALUM TEST

بے نام مسافت کے گیلے کپڑے میں
اپنے پاؤں کے آبلے لپیٹ کر
دائم انتظار کا چولا پہنے
اس باب استکشاف کا منتظر ہوں

جب میرے آبلوں کو

اصطفا کی وہ منفرد سطح نصیب ہو گی

جہاں خواہش دم توڑ دیتی ہیں

اور روح

نا آسودگی کی پیہم یلغار سے

غنی ہو جاتی ہے۔

جتنی بار نگاہ سے لپکتے متجسس نور کے سامنے

مسافت کے گیلے کپڑے میں لپٹے آبلے برہنہ ہوتے ہیں

لمحہ بھر کے لئے نا امیدی کی ایک لہر

میرے پورے وجود میں سرایت کرجاتی ہے

کہ -----

یہاں تو کوئی راس جنین، کوئی نیچہ سر سراتا نظر نہیں آتا۔

مگر دوسرے ہی لمحے

نادیدہ قوتیں مجھے جکڑ کر

میرے منہ سے آس کا وہ نشہ آور پیالہ لگا دیتی ہیں

کہ میں بے فیض امید کی لذت کے امرت گھونٹ پینے لگتا ہوں

○.☆.○

میرے عناصر کو
مجتمع رکھنے والا موسم

میں اس موسم کا عادی ہو گیا ہوں۔

میرے گالوں پر پڑنے والے آنسوؤں کے قطرے

اگرچہ چند ساعتوں میں پگھل جاتے ہیں

لیکن ان کا مرطوب احساس

پہروں مجھے مدہوش کئے رکھتا ہے۔

جونہی پہلا نشہ ٹوٹنے لگتا ہے

آنکھوں سے پھوار کی نئی باڑھ اتر آتی ہے

نہ جانے مجھ یہ کیوں لگنے لگا ہے ----- کہ

اگر یہ سلسلہ ٹوٹ گیا --- تو

میں خود بھی ٹوٹ پھوٹ جاؤں گا

○.☆.○

میں بے چہرہ نہیں ہونا چاہتا

ایک ہی سنگ تراش

میرے چہرے پر خوشیاں تراش سکتا ہے

وہی --- جو جا چکا

اس کی پوروں کا لمس

اس کی گداز بانہوں سے بہتی حرارت۔

اس کے سینے میں پھڑپھڑاتی

اور لفظوں کی آلائش سے پاک کہانی سناتی دھڑکن۔

اٹھتی گرتی باتیں کرتی پلکوں کی جھالر

اس کے ہونٹوں کی کپکپاہٹ

کہ جس کے ساتھ محبت کی گرمی میں پھولے لفظ

سانسوں کی مہک میں سرسراتے ہیں۔

یہی وہ اوزار ہیں جو مجھ پتھر مجسّمے پر مسرت لہر کھرچ سکتے ہیں۔

مگر وقت پہلو بدل چکا ----

میرے ہاتھوں کی انگلیوں پر فقط اس کے بدن کے کچے رنگ ہیں

اور وہ تتلی بن کر نگاہ کی گرفت سے بھی پرے ہے۔

اب جب کہ -----

میری روح اپنے سارے نشانات میرے خارج سے سمیٹ کر

میرے جسم کی تاریک پنہائیوں میں ڈوب رہی ہے

میرے بھربھرے چہرے پر خوشی کی لکیر تراشنے کی ذرا سی کوشش

مجھے بے چہرہ کرسکتی ہے

اور ---- میں

بے چہرہ ہو کر بکھرنا نہیں چاہتا

غم آشنا طبع کا محرم راز

اے مغنی

تم بربط چھیڑ کر پہلے مدہوش کرتے ہو

پھر مجھے اپنے بدن سے بے گانہ پا کر

میرے لہو سے اپنے سروں کو غسل دیتے ہو

احساس کے کرب کا بے رحم تخم
خونی پھلوں سے مثمر ہو رہا ہے
لحظہ بہ لحظہ جنم لینے والے رنجیدہ نغمے
فقط میرے ہی حساس تاروں کو چھیڑتے ہیں
اے مغنی ------!
تم جان چکے ہو
میرے زرد چہرے پر خوشی کی لہر
فقط -----
غم آشنا لمحوں کی اطالت میں مضمر ہے

136

○.☆.○

سلام

اے سب کچھ تج کر
سدرۃ المنتہی سے ہو آنے والے کی تصدیق کرنے والے صدیقؓ
----تجھے میرا سلام پہنچے-----
ستم کی باد سموم اور نفرت کی گھٹن میں بھی

کلمہ حق کی خوشبو سے سانسوں کو معطر رکھنے والے عتیق من النار

---تجھے میرا اسلام پہنچے

کہ تو نے-----

لفظ وفا کو مفہوم آشنا کیا

اس وقت کہ جب........

محبت، خلوص، تعلق، اور رشتوں کی میٹھی نہریں خشک ہو چکی تھیں

تم بغض، نفرت اور عداوت

کے تپتے ریگذار کو

ننگے قدموں سے روند کر

خلوص اور وفا کی بستیوں کی تلاش میں رہے۔

اے وفا کی روشن تصویر!

تجھے میرے دل کی گہرائیوں سے سلام پہنچے۔

○.☆.○

امکانات کا امنداد

محمد حمید شاہد اپنی نثری نظموں کو نثمیں کہتا ہے' وہ شاعر ہے مگر خود کو شاعر تسلیم نہیں کرتا مجھے حیرت ہے کہ وہ شاعروں کی صف سے پرے رہنے پر کیوں مصر ہے؟

''لمحوں کا لمس'' کی نظمیں اور بقول اس کے نثمیں حیران کن حد تک اس کے اندر کے توانا شاعر کی سند بن کر ہمیں اس کی شاعری پر لفظ لفظ سطر سطر غور کرنے پر مجبور کرتی ہیں۔

آغاز میں حمد باری تعالٰی ہے.... ''الحمد للہ رب العالمین'' اس کے دو حصے ہیں۔ پہلے حصے میں ایک انوکھا لینڈ سکیپ بناتا ہے ایسا انوکھا کہ قاری منظر دیکھتے دیکھتے اپنے جذبوں میں تلاطم بھی برپا ہوتا محسوس کرتا ہے' اس منظر نامے کی تدوین میں شاعر نے

ایک نئی لغت بھی ترتیب دی ہے' نئے الائم اور نئی رموز نے اس کی اثر انگیزی میں خاطر خواہ اضافہ کیا ہے۔ حمد کا پہلا حصہ باہر سے اندر کی طرف سفر کرتا ہے جب کہ دوسرے حصے کا رخ باطن سے باطن کی طرف ہے' یہاں وہ مکمل طور پر مفتوح نظر آتا ہے:-

زیر نظر نثموں کا مجموعہ "لمحوں کا لمس" نظموں کے عنوانات سے ہی مختلف اور بھرپور اسلوب کا پتہ دیتا ہے۔ کچھ نظموں کے عنوانات ملاحظہ ہوں۔ گریز پا رویے کی لذت' بانجھ سوچ' اندیشوں کی دھند' لکھ دو' ان چکھے گناہ کی مٹھاس' ابد کا روشن سفر' رات دو بجے گذشتہ سفر کا آخری باب' سکون کی سرک چکی رسی' میں بے چرہ نہیں ہونا چاہتا' کچلا چکے جذبے سے آخری مصافحہ' غم آشنا طبع کا محرم راز' جرم تری جبلت نہیں ہے' تختیاں تمہارا مقدر ہیں' ہاتھ سے پھسلتا ہاتھ' سوچ چڑیوں کے نام' معتوب بدن کا یقین' THE SUN BEHIDND THE DARK CLOUDS' اے ناشکیب سالوس وہ پاکیزہ لمعہ تم نہیں ہو' پتھرا چکی آنکھوں کا نوحہ' لمحوں کا لمس (جو اس مجموعہ کا نام بھی ہے)' روشن کرن کا عطیہ' THE HAY' آج کی تازہ خبر جو کل بھی تازہ تھی' میرے عناصر مجتمع رکھنے والا موسم' TETRAZALUM TEST' بھری اوک پینے سے پہلے--- اور اس آخری نظم میں شاعر روح فرسا تلخ معاشرتی حقیقیت کا منظر نامہ پیش کرتا دکھائی دیتا ہے۔
کہیں وہ ماورائیت کی ٹکٹکی پر گریز پا رویے کی لذت کا مزا لیتا ہے تو کہیں دوسروں کے دکھوں کو یوں اپناتا ہے کہ وہ اسے اپنے ہی محسوس ہوتے ہیں'

محمد حمید شاہد نے اگرچہ پابند شاعری بھی کی ہے لیکن زیادہ تر نثری شاعری کی ہے اور حیرت ہے کہ اس نے بے شمار نثری شاعری کے نام پر شاعری کرنے والوں کا پول کھول کر رکھ دیا ہے۔ وہ ایک مکمل اور خوبصورت شاعر ہے۔ اس کی نثری نظموں کا مجموعہ بتاتا ہے کہ اسے لفظوں کی نبض شناسی کا ملکہ حاصل ہے۔ لفظوں پر اس کی پوری دسترس ہے۔ بعض اوقات لفظ اس کی نظموں میں نشست و برخاست کے حوالے سے اس کے آگے مودبانہ انداز میں جھکے نظر آتے ہیں۔ کبھی کبھی تو وہ لفظ کا برتاؤ اس تیکھے اور بہادرانہ انداز میں کرتا ہے کہ لفظ اس کے سامنے بے بس دکھائی دیتا ہے۔ اس نے آج کے بہت سارے شاعروں کے برعکس تاریخ کا بے پناہ مطالعہ کر رکھا ہے۔ اس کی بہت سی نظمیں اس کے گہرے اور وسیع مطالعے کی غماز ہیں۔ اس کے ہاں آگے بڑھتے رہنے کی امنگ بھی ہے، وہ چیزوں کو دیکھتا ہے، محسوس کرتا ہے، جذبے کی سطح پر پرکھتا ہے اور تب جا کر کہیں کاغذ پر منتقل کرتا ہے۔

زیرِ مطالعہ شاعر کے حوالے سے ایک یہ بات بھی بڑے وثوق سے کہی جا سکتی ہے کہ وہ چیزوں کو دیکھنے اور انہیں بیان کرنے پر قدرت تو رکھتا ہے مگر اس کا فکری زاویہ بہت حد تک جدا انداز کا حامل ہے۔ وہ بعض اوقات بڑا عجیب منظر نامہ بناتا ہے۔ اس کے ہاں معاشرتی رویوں کے حوالے سے بعض لفظ بڑی بیباکی سے اس کی سوچ کا اظہار کرتے ہیں۔ وہ تاریخی شعور کے ساتھ معاشرتی و سماجی رویوں پر قلم اٹھاتا ہے تو قاری چونک پڑتا ہے۔ لفظوں نے تو محمد حمید شاہد کی نثری نظموں میں اس کی سوچ اور اس کے خیال و فکر کا کھل کر ساتھ دیا ہے تبھی وہ ایک حیرت کدہ تیار کرنے میں کامیاب نظر آتا ہے۔

وہ باطن میں چھپی خواہشوں' نفرتوں' خباثتوں اور کمینگیوں کا کھوج لگانے کے بعد اس کا تجزیہ کرتا ہے اور جبلت کی کسوٹی پر پرکھ کر ایک فیصلہ کرتا ہے اس فیصلے کے بیان کے لئے بھی وہ اپنی نئی لغت نئے استعاروں اور نئی تماثیل کا سہارا لیتا ہے:۔

حیرت کے عنصر کے علاوہ جنس و جذبات کے حوالے بھی محمد حمید شاہد کی نثری نظموں میں علامتی نظام کے قالب میں ڈھلے دکھائی دیتے ہیں۔ وہ کسی بھی سچویشن کو علامت نگاری کے سپرد یوں کر دیتا ہے کہ ایک خوشنما اور حیران کن فن پارہ تعمیر کر دیتا ہے۔ جنسی حوالے اس کے ہاں ایک انکشاف' ایک دریافت اور ایک واردات کی حیثیت سے خوبصورت شعری پیکر میں ڈھل کر آئے ہیں:۔

محمد حمید شاہد نے ''لمحوں کا لمس'' مجموعہ کلام میں جس فکری نظام کو استوار کیا ہے وہ کہیں کہیں مجید امجد کے دبستان کی طرح علامت نگاری کی جھلک بھی دیتا ہے۔ اس کے ہاں دانش کدۂ فکر و فن اپنے پورے جوبن کے ساتھ موجود رہتا ہے۔ اس کی شاعری میں اس کی سوچ' اس کی شخصیت اور اس کا فن ضوفشاں ہے تبھی تو وہ اس قدر رسیلا بن کر ہم سب سے اپنے حصے کا حق طلب کرتا دکھائی دیتا ہے۔ یہ وہ حقدار ہے جسے زندگی کے خوبصورت ترین موسموں کا نذرانہ بھی پیش کیا جا سکتا ہے۔ محمد حمید شاہد ان جادوگر آنکھوں کا مالک و امین جو بھر کر ڈالی جائیں تو سامنے والے کو اندر سے ہلا کر رکھ دیتی ہیں وہ ایک ساحر ہے لیکن ان تپش آثار جادوئی نظروں والے کے دل تک پہنچ کر تمام خواہشیں یوں صاف و شفاف ہو جاتی ہیں جیسے دھلی ہوئی معطر پاکیزگی------ اور تب محمد حمید شاہد کے ساتھ جڑنے والا یہ قلبی رشتہ ایمان کے وسعت پناہ سمندر میں قطرہ قطرہ کشید ہونے لگتا ہے۔

محمد حمید شاہد کے شعری مطالعے سے پتہ چلتا ہے کہ وہ کہیں رومانی رویوں پر چل نکلتا ہے تو کہیں نہایت حقیقت پسندانہ زاویہ نگاہ لے کر نمودار ہوتا ہے۔ وہ ایک سچے فنکار کی طرح لفظوں اور سطروں کو شاعرانہ سطح پر برتنے کے ہنر کا اظہار کرتا ہے۔ وہ نثری شاعری کرنے والوں کی فہرست میں ممتاز مقام و مرتبے کا حامل ہے۔ اس کے ہاں دلکش عکس بندی بھی ہے اور خوبصورت ریڈیائی نظام بھی۔ وہ قاری کو سماعت و بصارت ہر دو پہلوؤں سے مصروف رکھتا ہے اور احساس دلاتا ہے کہ وہ شاعروں کی اس کھیپ سے تعلق رکھتا ہے جنہیں اکیسویں صدی میں خالی ہاتھوں کے ساتھ داخل نہیں ہونا۔

حمید شاہد کی اکثر نثری نظمیں اس بات کی مظہر ہیں کہ وہ کائنات' تخلیق کائنات' تخلیق آدم و انسان' تخلیقات کے مضمرات' خدائے لم یزل کی ذات مطلق وغیرہ کے پہلوؤں پر بڑی گہرائی سے سوچتا ہے۔ اسے انسان اور انسان کی معلومات لامحدود کا جیسے علم ہو۔ وہ عناصر ترکیبی ' سائنسی موشگافیوں اور دیگر موضوعات کا تجزیہ و تبصرہ پیش کرتا نظر آتا ہے۔ وہ کسی صورتحال کا پوسٹ مارٹم بھی ایک سچے محقق اور ایک حقیقت پسند تجزیہ نگار کی طرح کرتا ہے۔ اس کے ہاں کائنات' کائنات کے جغرافیائی خطوں اور تہذیبی ثقافتوں میں جو بحران نظر آتا ہے وہ غیر فطری اپروچ کی وجہ سے ہے اسی لئے مجھے وہ ایک مثبت سوچ کا مالک سچل شاعر لگا ہے۔ اس کا لب و لہجہ اور اسلوب بہت جدید ہے لیکن اس کے باطن میں صوفیانہ روشیں کارفرما ہیں۔

محمد حمید شاہد عاشق بھی ہے اور معشوق بھی اور عاشق اور معشوق کے دو دھارے پر بہتا ہوا یہ قلمکار عشق کے سچل یک دھارے پر بڑی متوازن کامیابی سے رواں دواں ہے۔

مجھے یقین ہے کہ محمد حمید شاہد آنے والی دہائیوں میں نہ صرف باکمال نقاد' خوبصورت افسانہ نگار' منفرد انشائیہ نگار اور طنز و مزاح لکھنے والا ادیب ہو گا بلکہ جدید اسلوب میں کہنے والا ایک بے پناہ شاعر بھی ہو گا۔ وہ امکانات سے پُر رہتا ہے یہی اس کی فنی عظمت کی دلیل ہے۔ مجھے یہ بھی خدشہ ہے کہ وہ 1980ء کی دہائی میں سفر آغاز پانے والے قلمکاروں کے نمائندوں میں سرخرو ہو کر اپنے عہد کے ادب کا امین ثابت ہو گا------

میں محمد حمید شاہد کے نثری شاعری کے مجموعے "لمحوں کا لمس" کو چوم کر سلام پیش کرتا ہوں۔

اصغر عابد
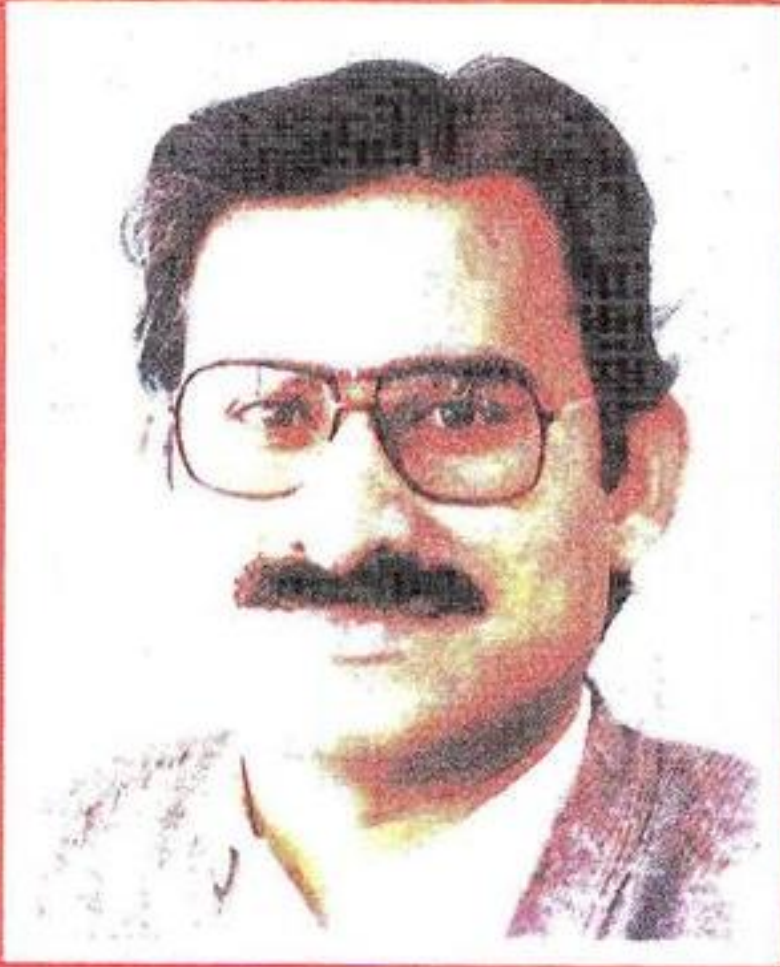
لمبی عمر پالینے کا وظیفہ کرنے والے یہ لفظ قاری کے ذہن کو جھنجھوڑتے ہیں۔ اس کے دل کے تاروں میں لرزش پیدا کرتے ہیں۔ اسے سوچنے پر مجبور کرتے ہیں کہ کیسے تخلیق کار شاعری کے بندھے ٹکے اصولوں سے منحرف ہو کر شاعرانہ حسن کے ساتھ ایک خیال کو الفاظ کا دلکش روپ عطا کرتا ہے۔ آپ کو ان میں متنوع جذبات سے بھری ہوئی ایک دنیا ملے گی۔ جس کی تازہ کاری اور طلسمی فضا آپ کو مسحور کر دے گی۔ ان میں اپنی زمین سے محبت' امن و آشتی سے بے پناہ لگاؤ' جنگ سے نفرت' وطن عزیز کے مظاہر سے یگانگت' ذات سے کائنات تک پھیلے ہوئے کرب کی کیفیت' زبان اور ہونٹوں پر بننے نئے زخموں کی نمود' اپنے ہی خون کی کڑواہٹ کو اپنے حلق سے اتارنے کی کوشش' کرنوں کی سیڑھیوں پر قدم رکھ کر نور چشموں تک اترنے کی سعی اور فنا کی راہ میں بدن سے پھوٹنے والی کرنوں کی روشنی اپنے مختلف مگر بے حد دلچسپ' دلپذیر اور دلنواز رنگوں کے ساتھ موجود ہے۔ محمد حمید شاہد کی ان نظموں کا مرکز و محور عشق محض نہیں ہے بلکہ جملہ انسانی رشتوں کے ساتھ وابستگی اور محبتوں کا دلکش اظہار بھی ہے۔ کہیں کہیں محبتیں ہری بھری فصلوں کی طرح ان میں لہرا رہی ہیں اور کہیں سوچ کی راکھ کو اندیشوں کی لمبی انگلیاں خوفزدہ ہو کر کریدتی ہیں اور ایسے لمحے بھی آجاتے ہیں جب لکھنے والے کے ہاتھوں کی انگلیوں میں محبوب کے بدن کے کچے رنگ رہ جاتے ہیں اور وہ تتلی بن کر نگاہ کی گرفت سے ماورا ہو جاتی ہے اسی لئے وہ اپنے چہرے پر خوشی کی لکیر تراشنے کی کوشش ہی نہیں کرتا کیونکہ اسے بے چہرگی کا اندیشہ اندر سے کھائے جا رہا ہے۔

محمد حمید شاہد کے ان نظماؤں کو آپ پڑھیے۔ اور لفظوں کی اوٹ میں چھپے ہوئے خوبصورت خیال سے آگاہی کے لئے سمندر کی تہوں میں شناوری کیجیے۔

محسن احسان